Scholar Insight Journal
https://scholarinsightjournal.com/
Volume.4, Issue.1 (Jan-Mar-2026)
Acceptance Date22-02-2026

HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X
Publication Date: 10-03-2026

خانگی امور سے متعلق امثال الحدیث کی عصری معنویت کتاب الامثال للاصبہانی کے تناظر میں

The Contemporary Relevance of Parables in Hadith Pertaining to Family Matters: An Analytical Study in the Light of Al-Amthal fi al-Hadith by Abu al-Shaykh al-Asbahani

Mudassir Iqbal
Ph.D. Research Scholar, Institute Of Islamic Studies and Shariah, MY University Islamabad.
iqbalmudassir428@gmail.com
Matloob Alam
Assistant Professor, Institute Of Islamic Studies and Shariah, MY University Islamabad.
matloob.alam@myu.edu.pk

Abstract

Amdahl al-Hadith represent an effective and simple educational approach in which the Prophet Muhammad ﷺ explained moral, psychological, and social realities through brief and clear examples. Through the use of similes, metaphors, and symbolic expressions, the Prophet ﷺ provided comprehensive guidance for human relationships, especially within the family system. The objective of this research is to examine selected prophetic parables related to marital relations, mutual rights, emotional balance, and ethical conduct, and to understand them in connection with the challenges of the modern era.In today's world, the family system is under great pressure due to rapid social changes, increasing individualism, and unrealistic expectations, while a lack of tolerance and emotional understanding has further intensified these problems. In such circumstances, the Prophetic parables help in understanding human nature and in establishing healthy and balanced relationships.Similarly, in the light of authentic scholarly works such as *Kitāb al-Amthāl*, understanding and presenting the Prophetic parables in a contemporary context is highly essential for reviving a strong, dignified, and value-based family system. This approach not only reduces the gap between tradition and modernity but also makes it possible to build a balanced, peaceful, and spiritually grounded family life in today's complex social environment.

Key words: Amthal al-Ḥadith, human relationships, emotional balance, social environment

CC BY

تعارف کتاب الامثال

امام ابو الشیخ عبداللہ بن محمد الاصبہانی[1] کی معروف تصنیف "کتاب الامثال فی الحدیث النبوی ﷺ "علمِ حدیث کے ایک نہایت اہم اور منفرد پہلو یعنی "امثالِ حدیث" (تمثیلی اسلوبِ نبوی ﷺ) پر مبنی ایک گراں قدر علمی سرمایہ ہے۔اس کتاب میں مصنف نے ذخیرۂ احادیثِ نبویہ ﷺ میں سے اُن مبارک احادیث کو جمع کیا ہے جن میں رسولِ اکرم ﷺ نے پیچیدہ حقائق کو مؤثر اور دل نشین انداز میں سمجھانے کے لیے تمثیل کا اسلوب اختیار فرمایا۔ یہ اسلوبِ بیان نہ صرف تعلیم و تربیت کا ایک اعلیٰ ذریعہ ہے بلکہ انسانی ذہن و قلب پر گہرا اثر چھوڑتا ہے۔چنانچہ امام اصبہانی نے اس کتاب میں ایسی احادیث کو یکجا کیا ہے جن میں ایمان، عقائد، عبادات، اخلاقیات، معاملات اور معاشرتی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو مثالوں کے ذریعے واضح کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں امام اصبہانیؒ نے محض احادیث کو جمع کرنے پر اکتفا کیا ہے۔انہوں نے ان روایات کی اسنادی حیثیت (یعنی صحیح، حسن یا ضعیف ہونے) پر تفصیلی کلام نہیں کیا، بلکہ ان کا اصل مقصد یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ کے تمثیلی اسلوب کو یکجا کر دیا جائے تاکہ اہلِ علم اور عام مسلمان اس سے استفادہ کر سکیں۔یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں بعض ایسی روایات بھی شامل ہیں جنہیں محدثین نے ضعیف یا کمزور قرار دیا ہے، تاہم عصرِ حاضر میں اس کتاب کی اہمیت کو مزید بڑھانے کے لیے جدید اسلوبِ تحقیق کے مطابق اس پر کام کیا گیا ہے۔پاکستان کے صوبۂ پنجاب، ضلع قصور سے تعلق رکھنے والے محقق محمد ارشد کمال[2] صاحب نے اس کتاب کا نہایت محنت اور دقتِ نظر کے ساتھ ترجمہ، تحقیق، تخریج اور تشریح کی ہے۔ان کی یہ کاوش انصار السنہ پبلیکیشنز لاہور سے شائع ہوئی، جو علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔اس تحقیق میں انہوں نے ہر حدیث کی تخریج (یعنی اصل مصادر کی نشاندہی) کی، اور محدثین کے اصولوں کی روشنی میں اس پر حکم بھی لگایا کہ وہ روایت صحیح ہے، حسن ہے، ضعیف

---

[1] امام عبداللہ بن محمد بن جعفر الاصبہانیؒ کی پیدائش 274ھ میں شہرِ اصبہان میں ہوئی۔آپ کا شمار اہلِ سنت کے اُن جلیل القدر علماء میں ہوتا ہے جنہوں نے مختلف علوم و فنون پر نہایت گراں قدر خدمات انجام دیں اور بے شمار کتب تصنیف کیں۔آپ کی تحریروں میں فقہ، تفسیر، حدیث اور تاریخ جیسے اہم مضامین شامل ہیں۔آپ نے اپنی پوری حیاتِ طیبہ علم کی ترویج و اشاعت اور تحقیق و تصنیف کے کاموں میں وقف کر دی۔آپ کے چھوڑے ہوئے علمی آثار بعد کے اہلِ علم کے لیے ایک قیمتی سرمایہ اور رہنمائی کا مستقل ذریعہ ثابت ہوئے۔بحوالہ (محمد عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حیان، **طبقات المحدثین باصبھان والواردین علیھا** (مؤسسۃ الرسالۃ، س ن)، 66/1۔)

[2] محمد ارشد کمال 16 نومبر 1979ء کو ضلع قصور کے ایک گاؤں چک نمبر 8 میں پیدا ہوئے۔آپ تصنیف و تالیف سے شغف رکھتے ہیں جس کے سبب آپ کی چند ایک کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔آپ نے امام عبداللہ بن محمد بن جعفر الاصبہانی کی کتاب "کتاب الامثال فی الحدیث النبوی ﷺ" کا اردو زبان میں ترجمہ بھی کیا ہے۔(بحوالہ: https://kitabosunnat.com/musannifeen/muhammad-arshad-kamal Accessed on: 22 February 2026)

ہے، یا موضوع ہے۔اس کے ساتھ ساتھ جہاں روایت میں ضعف پایا جاتا ہے، وہاں اس کی وجوہات بھی بیان کی گئی ہیں۔مزید برآں، صحیح اور حسن درجے کی احادیث کی حسبِ استطاعت مختصر مگر جامع تشریح بھی پیش کی گئی ہے، تاکہ قاری نہ صرف الفاظ کو سمجھے بلکہ ان کے اندر پوشیدہ حکمت اور پیغام کو بھی اچھی طرح جان سکے۔اس تشریح کے ذریعے کتاب کی افادیت کئی گنا بڑھ گئی ہے اور یہ صرف ایک حدیثی مجموعہ نہیں رہی بلکہ ایک عملی رہنمائی فراہم کرنے والی جامع تصنیف بن گئی ہے۔مذکورہ مقالہ میں زیرِ تذکرہ کتاب "کتاب الامثال للاصبہانی میں مذکور عائلی امور سے متعلق امثال الحدیث کی عصری معنویت" کو بیان کیا جائے جائے گا تاکہ عصرِ حاضر کے خاندانی نظام میں درپیش مسائل کا حل سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں واضح کیا جا سکے۔نیز ان تمثیلات کے ذریعے یہ اجاگر کیا جائے گا کہ رسولِ اکرم ﷺ کی تعلیمات نہ صرف اپنے زمانے کے لیے بلکہ ہر دور کے انسانی معاشرے، بالخصوص خاندانی زندگی، کے لیے مکمل رہنمائی فراہم کرتی ہیں اور ایک مثالی، پُرامن اور متوازن خاندانی نظام کے قیام میں بنیادی کردار ادا کر سکتی ہیں۔

زیرِ کفالت افراد کی حق تلفی ہی انسان کے گناہ گار ہونے کے لیے کافی ہے

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"عن عبد الله بن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:كفى بالمرء إثما أن يحبس عمن يملك قوته"[3]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی آدمی کے گناہ گار ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کی ضروری خوراک روک لے جو اس کی ملکیت یا کفالت میں ہیں۔

اس حدیث کا عمومی مفہوم یہ ہے کہ انسان کی سب سے پہلی ذمہ داری ان لوگوں کے حقوق ادا کرنا ہے جو اس کی کفالت میں ہیں جیسے بیوی، بچے اور دیگر زیرِ نگرانی افراد اس میں شامل ہیں اگر کوئی شخص ان کی بنیادی ضروریات خصوصاً خوراک کو پورا نہیں کرتا اور انہیں محروم رکھتا ہے تو یہی ایک عمل اس کے گناہ گار ہونے کے لیے کافی ہے۔یہ حدیث ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ کفالت محض اختیار نہیں بلکہ ایک بڑی ذمہ داری ہے، اور اس میں کوتاہی کرنا ظلم اور سنگین گناہ ہے ۔مزید یہ کہ اس حدیث میں " کافی ہے گناہ کے لیے" کے الفاظ اس بات کی شدت کو ظاہر کرتے ہیں کہ یہ کوئی معمولی کوتاہی نہیں بلکہ ایک سنگین اخلاقی جرم

---

[3] مسلم بن الحجاج ابو الحسن القشیری، **المسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل الی رسول اللہ ﷺ** ، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ علی العیال والمملوک (بیروت: داراحیاء التراث، 1900ء)، 2:692، رقم: 996۔

CC BY

ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر انسان صرف اسی ایک پہلو میں غفلت کرے،یعنی اپنے زیرِ کفالت افراد کو نظر انداز کرے تو یہی اس کی پکڑ کے لیے کافی ہے، چاہے وہ دیگر نیکیوں میں مشغول کیوں نہ ہو،مزید اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں قریب ترین لوگوں کے حقوق کو ترجیح دی گئی ہے۔یعنی انسان سب سے پہلے اپنے گھر سے اصلاح کا آغاز کرے۔اگر کوئی شخص باہر لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے لیکن اپنے گھر والوں کے ساتھ ظلم کرے تو یہ اسلام کی روح کے خلاف ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ"[4]

اور بچے کے باپ پر لازم ہے کہ وہ (ماں کو) مناسب طریقے سے کھانا اور لباس فراہم کرے۔

یہ آیت واضح طور پر کفالت کی ذمہ داری مرد پر ڈالتی ہے کہ وہ اپنی بیوی اور بچوں کی ضروریات پوری کرے۔اس میں کوتاہی کرنا شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ اور قابل مواخذہ عمل ہے۔

یہ حدیثِ مبارکہ عصرِ حاضر کے پیچیدہ اور تیز رفتار معاشرتی نظام میں ایک نہایت بلیغ اور بیدار کن پیغام رکھتی ہے۔آج کا انسان بظاہر ترقی، سہولیات اور مصروفیات کی بلندیوں کو چھو رہا ہے مگر اسی کے ساتھ خاندانی ذمہ داریوں میں غفلت بھی بڑھتی جا رہی ہے۔اس تناظر میں یہ فرمانِ نبوی ﷺ ہمیں جھنجھوڑتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے زیرِ کفالت افراد، بیوی، بچوں یا دیگر محتاج اہلِ خانہ کی بنیادی ضروریات خصوصاً خوراک سے انہیں محروم رکھتا ہے تو یہی ایک کوتاہی اسے گناہ گار بنانے کے لیے کافی ہے۔یہ تعلیم اس حقیقت کو نمایاں کرتی ہے کہ اسلام میں کفالت محض ایک سماجی فریضہ نہیں بلکہ ایک مقدس امانت ہے، جس میں کوتاہی دراصل ظلم اور ناانصافی کے مترادف ہے۔اس حدیث کا دائرہ صرف جسمانی ضروریات تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس میں تعلیم، صحت، مناسب رہائش، اخلاقی تربیت اور جذباتی وابستگی بھی شامل ہو جاتی ہے۔آج کے دور میں ایک عام المیہ یہ ہے کہ بعض افراد معاشی دوڑ میں اس قدر مگن ہو جاتے ہیں کہ گھر والوں کو وقت دینا، ان کی بات سننا اور ان کی ذہنی و جذباتی ضروریات کو سمجھنا بھول جاتے ہیں۔اسی طرح بعض صورتوں میں مالی وسائل ہونے کے باوجود بخل، لاپرواہی یا ترجیحات کی خرابی کی وجہ سے اہلِ خانہ کو ان کے حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے، جو اس حدیث کی رو سے شدید گناہ کا باعث ہے۔مزید برآں، ڈیجیٹل دور نے اگرچہ آسانیاں پیدا کی ہیں، لیکن اس نے خاندانی روابط کو کمزور بھی کیا ہے۔والدین کی توجہ اسکرینز میں گم ہو کر اولاد کی تربیت اور نگرانی سے ہٹ جاتی ہے، جس کے نتیجے میں نئی نسل فکری، اخلاقی اور نفسیاتی مسائل کا شکار ہو رہی ہے۔اس حدیث کا پیغام یہاں بھی لاگو ہوتا ہے کہ کفالت صرف خرچ کرنے کا نام نہیں بلکہ مکمل نگہداشت، رہنمائی اور محبت کا تقاضا

---

[4] القرآن 233/2

CC BY

HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X
Publication Date: 10-03-2026

کرتی ہے، جیسا کہ ایک اور روایت میں آقا کریم ﷺ نے فرمایا:

"عن سعد بن ابي وقاص ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال وانك لن تنفق نفقة تبتغي بها وجه الله الا اجرت بها حتى ما تجعل في في امراتك"[5]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم جو بھی خرچ اللہ کی رضا کے لیے کروگے تمہیں اس پر اجر دیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ لقمہ بھی (باعثِ اجر ہے) جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو۔

مذکورہ بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں زیرِ کفالت افراد کی ضروریات پوری کرنا ایک بنیادی دینی و اخلاقی ذمہ داری ہے، جس میں کوتاہی کرنا سنگین گناہ قرار دیا گیا ہے۔ قرآن و حدیث دونوں اس بات پر زور دیتے ہیں کہ انسان سب سے پہلے اپنے اہلِ خانہ کے حقوق ادا کرے اور ان کی کفالت کو ترجیح دے۔ مزید یہ کہ اہلِ خانہ پر خرچ کرنا نہ صرف فرض ہے بلکہ باعثِ اجر بھی ہے، اور ایک مثالی مسلمان وہی ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور کامل ذمہ داری کا مظاہرہ کرے۔

بچہ اسی کا مانا جائے گا جس کی زوجیت میں اس کی ولادت ہوئی ہو

حضرت زہیر بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آقا کریم ﷺ نے فرمایا:

"الولد للفراش وللعاهر الحجر"[6]

بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا، اور زانی کے لیے اس میں سزا ہے۔

اس حدیث کی روشنی میں اسلام خاندانی نظام کو مضبوط، محفوظ اور واضح رکھنا چاہتا ہے تاکہ بچوں کی شناخت، حقوق اور پرورش میں کوئی ابہام نہ رہے۔ نیز یہ اصول عورت کی عزت، خاندان کی حرمت اور معاشرے کی پاکیزگی کو برقرار رکھنے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ یہ حدیث اسلامی معاشرت اور خاندانی نظام کے ایک نہایت اہم اصول کو بیان کرتی ہے۔ اس کا عمومی مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی بچہ کسی شادی شدہ عورت کے ہاں پیدا ہو تو شریعت اس بچے کا نسب اسی کے شوہر کی طرف منسوب کرتی ہے، کیونکہ نکاح ایک معتبر اور قانونی رشتہ ہے جس کے تحت پیدا ہونے والی اولاد اسی مرد کی سمجھی جاتی ہے۔ اس اصول کو "الفراش" یعنی بستر (نکاح) سے تعبیر کیا گیا ہے، جو خاندانی نظام کے تحفظ اور نسب کے استحکام کی علامت ہے۔ حدیث کا دوسرا حصہ "وللعاھر الحجر"

[5] ماہر یاسین الفحل، **المنتخب من صحیح السنۃ**(کلیۃ العلوم الاسلامیۃ، جامعۃ الانبار، س ن)، 19۔

[6] ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی ، **سنن ابو داؤد**، کتاب الطلاق، باب الولد للفراش(بیروت: المکتبۃ العصریہ، 1972ء)، 2:283، رقم:2274۔

CC BY

اس بات کو واضح کرتا ہے کہ جو شخص زنا کا مرتکب ہو، اسے اس بچے پر کسی قسم کا دعویٰ یا حق حاصل نہیں ہوتا۔ یہاں "الحجر" سے مراد سزا ہے، یعنی زانی کے لیے نہ کوئی حق ہے اور نہ ہی کوئی نسبت تسلیم کی جائے گی۔ اس کا مقصد معاشرے میں بدکاری کے دروازے بند کرنا اور نسب کے اختلاط کو روکنا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا"[7]

اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ، بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت برا راستہ ہے۔

یہ آیت زنا کی سخت ممانعت کرتی ہے، جو دراصل نسب کے اختلاط اور خاندانی نظام کی تباہی کا بنیادی سبب بنتا ہے۔ تمثیل حدیث میں "وللعاھر الحجر" کا مفہوم اسی برائی کے سدباب کو ظاہر کرتا ہے۔

یہ حدیثِ مبارکہ عصرِ حاضر میں اخلاقی اور قانونی معنویت رکھتی ہے خصوصاً ایسے دور میں جہاں خاندانی نظام مختلف چیلنجز سے دوچار ہے۔ جدید معاشرے میں نسب کا مسئلہ پہلے سے زیادہ حساس ہو چکا ہے، کیونکہ غیر شرعی تعلقات، ڈیجیٹل کلچر، اور اخلاقی بے راہ روی کے بڑھتے ہوئے رجحانات نے خاندانی ساخت کو متاثر کیا ہے۔ اس تناظر میں یہ حدیث ایک واضح اصول فراہم کرتی ہے کہ اولاد کی نسبت صرف جائز نکاح کے دائرے میں ہی معتبر ہو گی، جس سے نسب کا تحفظ، قانونی پیچیدگیوں کا خاتمہ اور معاشرتی استحکام ممکن ہوتا ہے۔ آج کے دور میں ڈی این اے ٹیسٹ اور جدید سائنسی ذرائع کے باوجود اسلام کا یہ اصول معاشرتی نظم و ضبط اور اخلاقی حدود کو قائم رکھنے کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ اگر نسب کو غیر واضح چھوڑ دیا جائے تو وراثت، کفالت، شناخت اور سماجی مقام جیسے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔ یہ حدیث ان تمام ممکنہ فتنوں کا سدِّباب کرتی ہے اور ایک مضبوط قانونی و اخلاقی فریم ورک فراہم کرتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ حدیث مبارکہ عورت کی عزت و وقار کے تحفظ میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے، کیونکہ یہ اس کے نکاح کو ایک محفوظ دائرہ قرار دیتی ہے اور اس کے اندر پیدا ہونے والی اولاد کو مکمل تحفظ اور شناخت دیتی ہے۔ اسی طرح مرد کو بھی ذمہ داری کا احساس دلاتی ہے کہ نکاح کے رشتے کو سنجیدگی سے لے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"عن ابي عثمان عن سعد رضي الله عنه قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول من ادعى الى غير ابيه وهو يعلم انه غير ابيه فالجنة عليه حرام"[8]

---

[7] القرآن 32/17

[8] محمد بن اسماعیل البخاری، **الجامع الصحیح البخاری**، کتاب الفرائض، باب من ادعیٰ الی غیر ابیہ (بیروت: دار طوق النجاۃ، 2001ء)، 8:156، رقم: 6766۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص جان بوجھ کر اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کرے، حالانکہ وہ جانتا ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے، تو اس پر جنت حرام ہے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں مذکورہ بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں نسب کے تحفظ اور خاندانی نظام کے استحکام کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، اسی لیے زنا کی سخت ممانعت اور نکاح کو اولاد کی نسبت کی واحد جائز بنیاد قرار دیا گیاہ۔ عصرِ حاضر میں یہ تعلیمات نہ صرف معاشرتی نظم وضبط کو قائم رکھتی ہیں بلکہ خاندانی شناخت، اخلاقی پاکیزگی اور سماجی استحکام کے لیے ایک مضبوط اور ناگزیر رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔

دنیا کی سب سے بہترین نعمت نیک بیوی ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ آقا کریم ﷺ نے فرمایا:

"الدنيا متاع وخير متاع الدنيا المرأة الصالحة"[9]

دنیا ایک سامانِ فائدہ ہے، اور دنیا کا بہترین سامان نیک عورت ہے۔

یہ حدیثِ مبارکہ دنیا اور اس کی حقیقت کو نہایت جامع انداز میں بیان کرتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا بذات خود مستقل اور دائمی مقصد نہیں، بلکہ ایک عارضی فائدہ اٹھانے کی جگہ ہے، جہاں انسان کو اپنی آخرت سنوارنے کا موقع دیا گیا ہے۔ دنیا کی ہر چیز وقتی اور فنا ہونے والی ہے، خواہ وہ مال ہو یا دیگر آسائشیں ہوں لیکن لیکن ان تمام دنیاوی چیزوں میں سب سے بہترین اور قیمتی متاع " نیک عورت" کو قرار دیا گیا ہے۔ اس سے مراد ایسی صالحہ بیوی ہے جو دین دار، بااخلاق، وفادار اور اپنے شوہر و گھر کے حقوق ادا کرنے والی ہو۔ وہ نہ صرف شوہر کے لیے سکون وراحت کا ذریعہ بنتی ہے بلکہ اس کی دینی واخلاقی زندگی کو سنوارنے میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

"وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا"[10]

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تم ہی میں سے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو، اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی۔

مذکورہ تمثیل حدیث کو جب ہم عصری معنویت کے اعتبار سے دیکھتے ہیں تو یہ حدیث ہمیں سکھاتی ہے کہ انسانی زندگی کی اصل

---

[9] مسلم، **صحیح مسلم**، کتاب الرضاع، باب بیان خیر متاع الدنیا المراۃ الصالحۃ، 2:1090، رقم: 1467۔
[10] القرآن 21/30

CC BY

خوشی اور حقیقی سکون محض مادی وسائل، دولت، عیش و عشرت یا ظاہری آسائشوں میں نہیں بلکہ ایک صالح، متوازن اور مضبوط خاندانی نظام میں پوشیدہ ہے۔ اگر انسان کے پاس دنیا کی تمام سہولتیں موجود ہوں مگر گھر کا ماحول محبت، اعتماد، برداشت اور دینی اقدار سے خالی ہو تو وہ زندگی اندرونی بے چینی، ذہنی اضطراب اور جذباتی خلاء کا شکار رہتی ہے اس کے برعکس اگر ایک گھر میں سادگی ہو مگر رشتوں میں اخلاص، دین داری اور باہمی احترام ہو تو وہی گھر حقیقی سکون، اطمینان اور خوشی کا مرکز بن جاتا ہے۔ موجودہ دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ خاندانی نظام شدید بحران کا شکار ہے۔ ازدواجی ناچاقی، طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح، والدین اور اولاد کے درمیان فاصلے، اور رشتوں میں بے اعتمادی ایک عام سماجی مسئلہ بن چکے ہیں۔ اس کی بنیادی وجوہات میں دین سے دوری، خود غرضی، برداشت کی کمی، اور مادہ پرستانہ سوچ شامل ہیں۔ ایسے حالات میں گھر وہ ادارہ نہیں رہتا جو سکون اور تربیت کا گہوارہ ہو، بلکہ ایک بوجھ اور ذہنی دباؤ کی جگہ بن جاتا ہے۔ ان حالات کے تناظر میں ایک نیک، باکردار، دین دار اور سمجھدار شریکِ حیات کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔ ایسا شریکِ حیات صرف جذباتی وابستگی تک محدود نہیں ہوتا بلکہ عملی زندگی میں بھی ایک مضبوط سہارا ثابت ہوتا ہے۔ وہ مشکلات میں صبر، اختلافات میں برداشت اور فیصلوں میں حکمت کا مظاہرہ کر کے گھر کے ماحول کو بکھرنے سے بچاتا ہے۔ مزید برآں، ایک نیک عورت یا صالح خاتون کی اثر انگیزی صرف اس کی ذاتی زندگی تک محدود نہیں رہتی بلکہ اس کے اثرات پورے خاندان اور آنے والی نسلوں تک پھیلتے ہیں۔ وہ ماں کے عظیم اور مقدس کردار میں آکر اولاد کی ایسی تربیت کرتی ہے جو ان کے اخلاق، کردار اور مستقبل کی سمت متعین کرتی ہے۔ ایک ماں کی گود کو پہلی درسگاہ کہا جاتا ہے، اور یہی درسگاہ معاشرے کے بنیادی افراد تیار کرتی ہے۔ اگر ماں نیک، باشعور اور دینی اقدار سے آراستہ ہو تو وہ ایسی نسل تیار کرتی ہے جو اخلاقی، سماجی اور دینی لحاظ سے مضبوط ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک صالح خاتون گھر کو صرف رہائش گاہ نہیں رہنے دیتی بلکہ اسے روحانی مرکز میں تبدیل کر دیتی ہے۔ وہ اپنے کردار سے ایسے مثبت اثرات پیدا کرتی ہے جو پورے خاندان میں برداشت اور ذمہ داری کا احساس بیدار کرتے ہیں۔ یوں ایک صالح عورت یا نیک شریکِ حیات دراصل صرف ایک فرد کی نہیں بلکہ پورے معاشرے کی تعمیر کا ذریعہ بنتی ہے، جیسا کہ آقا کریم ﷺ نے ایک حدیث مبارکہ میں فرمایا:

"عن عبد الرحمن بن عوف، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا صلت المرأة خمسها، وصامت شهرها، وحفظت فرجها، وأطاعت زوجها قيل لها: ادخلي الجنة من أي أبواب الجنة شئت"[11]

---

[11] امام احمد بن حنبل الشیبانی، **مسند امام احمد**، کتاب باقی العشرة المبشرين بالجنة، باب مسند عبد الرحمن بن عوف □ (مؤسسة الرسالة، 2001ء)، 3:199، رقم: 1661۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو عورت پانچ وقت کی نماز پڑھتی ہو، ماہ رمضان کے روزے رکھتی ہو، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرتی ہو اور اپنے شوہر کی اطاعت کرتی ہو، اس سے کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازے سے چاہو، جنت میں داخل ہو جاؤ۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں مذکورہ بحث سے معلوم ہوتا ہے انسانی زندگی کا حقیقی سکون مادی وسائل میں نہیں بلکہ ایک صالح اور متوازن خاندانی نظام میں پوشیدہ ہے۔

ولیمہ کرو چاہے ایک بکری سے ہی کیوں نہ ہو

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آقا کریم ﷺ نے حضرت سعد بن ربیع □ اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب آپس میں بھائی چارہ قائم کیا تو ان سے ارشاد فرمایا:

"أو لم ولو بشاة"[12]

ولیمہ کرو خواہ ایک بکری ہی کیوں نہ ہو۔

یہ حدیثِ مبارکہ نکاح کے بعد ولیمے کی اہمیت اور اس کے سادہ مگر بابرکت ہونے کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ شادی کے موقع پر دعوتِ ولیمہ کرنا سنتِ نبوی ﷺ ہے اور اس میں وسعت یا تنگی اصل معیار نہیں، بلکہ اصل بات سنت کو زندہ کرنا اور خوشی کا اظہار کرنا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس حدیث کے ذریعے امت کو یہ تعلیم دی کہ نکاح کے بعد خوشی کا اعلان معاشرتی سطح پر ہونا چاہیے تاکہ نکاح چھپ کر نہیں بلکہ ایک باعزت اور معروف رشتہ کے طور پر قائم ہو۔ مزید یہ حدیث مبارکہ اس پہلو سے بھی رہنمائی کرتی ہے کہ ولیمہ میں تکلف، فضول خرچی اور دکھاوا مطلوب نہیں، بلکہ اگر مالی وسعت کم ہو تو انتہائی سادہ انداز میں بھی اس سنت کو ادا کیا جا سکتا ہے، حتیٰ کہ ایک بکری کے ذریعے بھی۔ اس کا مقصد معاشرے میں سادگی، برکت اور اعتدال کو فروغ دینا ہے تاکہ لوگ شادی بیاہ کے معاملات میں غیر ضروری بوجھ اور اسراف سے بچ سکیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ"[13]

اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے، سختی نہیں چاہتا۔

مذکورہ تمثیل حدیث کو جب ہم عصری معنویت کے اعتبار سے دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آج کے دور میں شادی بیاہ کے معاملات جس طرح بے جا رسوم ورواج، غیر ضروری تکلفات اور دکھاوے کی دوڑ کا شکار ہو چکے ہیں، اس نے اس مقدس رشتے

[12] بخاری، **صحیح بخاری**، کتاب النکاح، باب الولیمۃ حق، 23:7، رقم: 5165۔

[13] القرآن 185/2

CC BY

HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X
Publication Date: 10-03-2026

کو ایک روحانی اور سادہ سنت کے بجائے ایک معاشی اور سماجی بوجھ میں تبدیل کر دیا ہے۔ نکاح جیسا آسان اور بابرکت عمل جو دینِ اسلام میں سادگی برکت اور آسانی کا مظہر ہے آج مہنگی تقریبات، ہوٹلوں کی چمک دمک، جہیز کی رسم، اور اسٹیٹس کے اظہار کی نذر ہو چکا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کئی لوگ خواہش کے باوجود صرف مالی دباؤ کی وجہ سے شادی نہیں کر پاتے یا پھر شادی کے بعد قرضوں اور معاشی مشکلات کا شکار ہو جاتے ہیں، جس سے خاندانی زندگی میں بھی بے سکونی پیدا ہوتی ہے۔ معاشرتی تقریبات کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان محبت، تعلق اور خوشی کو فروغ دیں، نہ کہ انہیں مقابلہ بازی، حسد اور معاشی دباؤ میں مبتلا کریں لیکن موجودہ معاشرت میں ان تقریبات کو ایک دوسرے پر برتری ثابت کرنے کا ذریعہ بنا لیا گیا ہے، جس میں لوگ اپنی حیثیت سے بڑھ کر خرچ کرتے ہیں تاکہ معاشرے میں اپنی وقعت قائم رکھ سکیں۔ اس رویے نے سادگی کو کمزور اور اسراف کو ایک سماجی روایت بنا دیا ہے، جو نہ صرف اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے بلکہ معاشرتی عدم توازن کو بھی جنم دیتا ہے۔ ایسے حالات میں یہ نبوی تعلیم ایک اصلاحی پیغام کے طور پر سامنے آتی ہے کہ خوشی کا اظہار سادگی کے ساتھ بھی کیا جا سکتا ہے اور کم وسائل میں بھی بابرکت انداز میں زندگی کے اہم مواقع منائے جا سکتے ہیں۔ اگر معاشرہ اس اصول کو اپنا لے تو نہ صرف شادی بیاہ کے اخراجات میں کمی آئے گی بلکہ رشتے بھی مضبوط ہوں گے، اور لوگ معاشی دباؤ سے آزاد ہو کر ایک پُرسکون خاندانی زندگی گزار سکیں گے۔ یوں یہ فکر معاشرے میں اعتدال، توازن اور برکت کے کلچر کو فروغ دے کر ایک صحت مند سماجی ڈھانچے کی بنیاد رکھتی ہے، جیسا کہ آقا کریم ﷺ نے فرمایا:

"عن عائشة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤونة"[14]

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے زیادہ بابرکت نکاح وہ ہے جس میں خرچ کم ہو"

زیرِ تذکرہ بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ آج کے معاشرے میں شادی بیاہ کے معاملات بے جا رسوم، دکھاوے اور غیر ضروری اخراجات کی نذر ہو چکے ہیں، جس کے نتیجے میں یہ مقدس رشتہ سادگی کے بجائے ایک معاشی بوجھ بن گیا ہے۔ اس طرزِ عمل نے نہ صرف نوجوانوں کے لیے نکاح کو مشکل بنا دیا ہے بلکہ گھریلو زندگی میں معاشی دباؤ اور بے سکونی کو بھی بڑھا دیا ہے۔ اسلامی تعلیمات اس کے برعکس سادگی، آسانی اور اعتدال پر زور دیتی ہیں، جو معاشرے میں برکت، توازن اور پائیدار خاندانی نظام کی بنیاد فراہم کرتی ہیں۔

[14] شیبانی، **مسند امام احمد**، کتاب مسند النساء، باب مسند عائشہ صدیقہ □، 9:40، رقم: 24011۔

CC BY

HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X
Publication Date: 10-03-2026

عورت کو پسلی کے مشابہ قرار دیا گیا ہے

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ایک روایت میں آقا کریم ﷺ نے فرمایا:

"ان المراة كالضلع اذا ذهبت تقيمها كسرتها وان تركتها استمتعت بها وفيها عوج"[15]

عورت کی مثال پسلی کی طرح ہے اگر اس کو تم سیدھا کرنے کی کوشش کروگے تو ٹوٹ جائے گی، اگر فائدہ اٹھانا ہے تو اس کو ویسے ہی چھوڑ دو کچھ نہ کچھ اس میں ٹیڑھ پن رہتا ہے۔

اس حدیثِ مبارکہ میں آپ ﷺ نے عورت کی فطرت اور مزاج کو سمجھانے کے لیے اس کی مثال پسلی سے دی ہے۔ جیسے پسلی سیدھی اور سخت نہیں ہوتی بلکہ اس میں قدرتی ساخم ہوتا ہے، اسی طرح عورت کی طبیعت میں بھی جذبات، نرمی، حساسیت اور بعض فطری مزاجی فرق پائے جاتے ہیں۔ اس حدیث کا مقصد ہرگز عورت کی تنقیص یا کمی بیان کرنا نہیں بلکہ یہ سمجھانا ہے کہ مرد کو عورت کے ساتھ معاملہ کرتے وقت حکمت، نرمی اور برداشت اختیار کرنی چاہیے۔ اگر کوئی شخص اس کی فطری طبیعت کو بالکل اپنی مرضی کے مطابق ''سختی سے سیدھا'' کرنے کی کوشش کرے گا تو رشتے میں ٹکراؤ، تلخی اور نقصان پیدا ہوگا، بالکل اسی طرح جیسے پسلی کو زور سے سیدھا کیا جائے تو وہ ٹوٹ سکتی ہے۔ اور اگر انسان اس فطری مزاج کو سمجھ کر محبت، برداشت اور اعتدال کے ساتھ زندگی گزارے تو تعلقات مضبوط رہتے ہیں اور گھر میں سکون اور فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اس حدیث کا اصل پیغام یہ ہے کہ ازدواجی زندگی اور خاندانی تعلقات میں سختی کے بجائے فہم، تحمل اور حکمت کو اختیار کیا جائے تاکہ رشتے ٹوٹنے کے بجائے مضبوط ہوں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ"[16]

اور عورتوں کے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی بسر کرو۔

یہ آیت واضح طور پر مرد کو حکم دیتی ہے کہ وہ عورت کے ساتھ نرمی، عزت اور اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آئے، چاہے اس کی طبیعت میں کچھ کمزوریاں یا اختلاف کیوں نہ ہوں۔

مذکورہ تمثیل حدیث خاندانی نظام اور باہمی تعلقات کے ایک نہایت اہم اصول کو بیان کرتی ہے، جس کی عصری معنویت آج کے دور میں اور بھی زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔ دراصل پسلی کے ٹیڑھے پن سے مراد عورت کی کوئی کمزوری نہیں بلکہ اس کی فطری ساخت اور مختلف اندازِ فکر ہے، جو مرد سے جداگانہ ہے۔ آج جب مرد و عورت کے درمیان برابری کے نام پر یکسانیت پیدا کرنے

[15] مسلم، **صحیح مسلم**، کتاب الرضاع، باب الوصیۃ بالنساء، 2:1090، رقم: 1468۔

[16] القرآن 19/4

CC BY

کی کوشش کی جاتی ہے، تو یہ حدیث ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ فطری فرق کو مٹانے کے بجائے اسے سمجھنا اور قبول کرنا زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ ہر انسان کو ایک ہی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش جھگڑوں اور بالآخر ٹوٹ پھوٹ کا سبب بنتی ہے۔ عصری معاشرے میں ازدواجی زندگی کے مسائل کی ایک بڑی وجہ غیر حقیقی توقعات ہیں، سوشل میڈیا، ڈراموں اور فلموں نے ایک مثالی اور غیر حقیقی شریکِ حیات کا تصور پیدا کر دیا ہے، جس کے نتیجے میں میاں بیوی ایک دوسرے کی فطری کمزوریوں کو برداشت کرنے کے بجائے انہیں درست کرنے پر زور دیتے ہیں۔ اس حدیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اصلاح کا مطلب جبر اور سختی نہیں، بلکہ حکمت، نرمی اور تدریج ہے۔ اگر مرد عورت کے مزاج کو سمجھے بغیر اسے مکمل طور پر اپنی سوچ کے مطابق بدلنے کی کوشش کرے گا تو یہ رشتہ ٹوٹنے یعنی طلاق یا شدید نفسیاتی دوری پر منتج ہو سکتا ہے، جیسا کہ حدیث میں اشارہ دیا گیا ہے۔ ایک کامیاب رشتہ وہی ہوتا ہے جس میں دونوں فریق ایک دوسرے کی کمزوریوں کو برداشت کریں اور خوبیوں سے فائدہ اٹھائیں۔ عورت کی حساسیت اور محبت کا انداز دراصل خاندانی نظام کو مضبوط بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے، لیکن اگر انہی خصوصیات کو ٹیڑھ پن سمجھ کر ختم کرنے کی کوشش کی جائے تو گھر کا سکون متاثر ہوتا ہے۔ اس حدیث کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ یہ مرد کو ذمہ داری کا احساس دلاتی ہے کہ وہ اپنی قوت اور اختیار کو نرمی اور حکمت کے ساتھ استعمال کرے۔ آج جہاں خواتین بھی تعلیم، ملازمت اور معاشرتی میدان میں فعال کردار ادا کر رہی ہیں، وہاں اس حدیث کا پیغام مزید اہم ہو جاتا ہے کہ باہمی احترام، برداشت اور نفسیاتی سمجھ بوجھ کے بغیر کوئی بھی رشتہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یہ حدیث دراصل ایک متوازن معاشرے کی بنیاد رکھتی ہے، جہاں فطری اختلاف کو تصادم نہیں بلکہ تکمیل کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک اور مقام پر آقا کریم ﷺ نے فرمایا:

"عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم عن النبي صلى الله عليه وسلم قال إن الرفق لا يكون في شيء إلا زانه ولا ينزع من شيء إلا شانه"[17]

"نبی کریم ﷺ کی اہلیہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نرمی جس چیز میں بھی ہوتی ہے اس کو زینت بخش دیتی ہے اور جس چیز سے بھی نرمی نکال دی جاتی ہے اسے بدصورت کر دیتی ہے"

مذکورہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد و عورت کے درمیان فطری فرق کو مٹانے کے بجائے سمجھنا اور قبول کرنا ہی کامیاب ازدواجی زندگی کی بنیاد ہے۔ نرمی اور حسنِ سلوک وہ اصول ہیں جو تعلقات کو ٹوٹنے سے بچا کر مضبوط بناتے ہیں جبکہ سختی اور جبر فساد کا سبب بنتے ہیں۔ لہٰذا ایک پرسکون اور مستحکم خاندانی نظام کے لیے باہمی احترام اور فطری مزاج کی قبولیت ناگزیر ہے۔

---

[17] مسلم، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب فضل الرفق، 4:2004، رقم: 2594۔

CC BY

حاصل مطالعہ

عائلی نظام انسانی معاشرے کی بنیادی اکائی ہے جس کی درستگی پورے معاشرے کے استحکام کی ضمانت بنتی ہے۔ تعلیماتِ نبوی ﷺ میں خاندانی زندگی کے اصول نہایت حکیمانہ اور فطرت کے عین مطابق بیان کیے گئے ہیں خصوصاً امثالِ حدیث کے اسلوب میں یہ تعلیمات زیادہ مؤثر اور دل نشین انداز میں سامنے آتی ہیں۔ کتاب الامثال للاصبہانی میں مذکور تمثیلات نہ صرف اس دور کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہیں بلکہ عصرِ حاضر کے پیچیدہ عائلی مسائل کا بھی جامع حل پیش کرتی ہیں۔ ان امثال کے ذریعے باہمی حقوق، اخلاقی رویوں اور جذباتی توازن کی ایسی تصویر کشی کی گئی ہے جو ہر دور کے انسان کے لیے قابلِ عمل ہے۔ ذیل میں انہی تعلیمات کی روشنی میں چند اہم نتائج پیش کیے جا رہے ہیں:

1. خاندانی نظام کی اصل بنیاد محبت اور باہمی احترام پر قائم ہے جس کے بغیر پائیدار تعلق ممکن نہیں۔
2. میاں بیوی کے درمیان حقوق و فرائض میں توازن قائم رکھنا گھریلو استحکام کے لیے نہایت ضروری ہے۔
3. برداشت اور حسنِ سلوک ازدواجی زندگی کو کامیاب بنانے کے بنیادی اصول ہیں جبکہ سختی اور تلخی اختلافات کو بڑھاتی ہے۔
4. مرد و عورت کی فطری خصوصیات کو سمجھ کر ان کے مطابق رویہ اختیار کرنا تعلقات کو مضبوط بناتا ہے۔
5. معمولی باتوں کو نظرانداز کرنا اور درگزر سے کام لینا گھریلو سکون کا اہم ذریعہ ہے۔
6. والدین کا عملی کردار بچوں کی تربیت میں سب سے مؤثر عنصر ہے اور یہی ان کے اخلاق کی بنیاد بنتا ہے۔
7. باہمی مشاورت اور ایک دوسرے کی رائے کا احترام خاندانی ہم آہنگی کو فروغ دیتا ہے۔
8. جدید دور کے خاندانی مسائل جیسے بداعتمادی، بے سکونی اور طلاق وغیرہ کا حل انہی نبوی تعلیمات میں موجود ہے۔
9. تمثیلی اسلوبِ نبوی آج کے دور میں بھی تعلیم و تربیت کا ایک مؤثر اور قابلِ عمل ذریعہ ہے۔
10. گھریلو معاملات میں اعتدال اور کفایت شعاری اپنانا مالی اور نفسیاتی سکون کا سبب بنتا ہے۔

سفارشات

عائلی نظام کی بہتری اور استحکام کے لیے محض نظری مباحث کافی نہیں بلکہ عملی اقدامات اور مؤثر حکمتِ عملی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ امثالِ حدیث، جو تعلیمِ نبوی ﷺ کا نہایت جامع اور دل نشین اسلوب ہے، نہ صرف مسائل کی نشاندہی کرتی ہیں بلکہ ان کے حل کی واضح رہنمائی بھی فراہم کرتی ہیں۔ عصرِ حاضر میں بڑھتے ہوئے خاندانی تنازعات، اخلاقی انحطاط اور باہمی عدمِ اعتماد کے پیشِ نظر ضروری ہے کہ ان تعلیمات کو عملی زندگی میں نافذ کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے منظم کوششیں،

CC BY

تعلیمی و تربیتی اقدامات اور سماجی سطح پر اصلاحی سرگرمیاں ناگزیر ہیں۔ ذیل میں اسی تناظر میں چند اہم سفارشات پیش کی جا رہی ہیں۔

1. تعلیمی اداروں اور مدارس میں امثالِ حدیث کو باقاعدہ نصاب کا حصہ بنایا جائے تاکہ طلبہ خاندانی زندگی کے اصولوں سے آگاہ ہو سکیں۔
2. اساتذہ اور خطباء کو چاہیے کہ وہ اپنے بیانات اور دروس میں تمثیلی اسلوب کو اپنائیں تاکہ بات زیادہ مؤثر انداز میں سامعین تک پہنچے۔
3. میاں بیوی کے لیے تربیتی ورکشاپس اور آگاہی پروگرامز منعقد کیے جائیں جن میں نبوی تعلیمات کی روشنی میں رہنمائی دی جائے۔
4. والدین کو بچوں کی تربیت میں عملی نمونہ بننے کی ترغیب دی جائے تاکہ وہ امثالِ حدیث کے مطابق کردار سازی کر سکیں۔
5. خاندانی تنازعات کے حل کے لیے اسلامی اصولوں پر مبنی کونسلنگ سینٹرز قائم کیے جائیں۔
6. میڈیا اور سوشل میڈیا کے ذریعے امثالِ حدیث کو عام کیا جائے تاکہ معاشرے کے ہر طبقے تک یہ تعلیمات پہنچ سکیں۔
7. نکاح سے قبل تربیتی کورسز متعارف کروائے جائیں جن میں میاں بیوی کے حقوق و فرائض واضح کیے جائیں۔
8. گھریلو زندگی میں برداشت، درگزر اور مثبت رویے کو فروغ دینے کے لیے خصوصی مہمات چلائی جائیں۔
9. نوجوان نسل میں خاندانی ذمہ داریوں کا شعور اجاگر کرنے کے لیے سیمینارز اور لیکچرز کا انعقاد کیا جائے۔
10. خواتین اور مردوں دونوں کے لیے الگ الگ تربیتی پروگرامز ترتیب دیے جائیں تاکہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو بہتر طور پر سمجھ سکیں۔

CC BY

مصادرومراجع

1. محمد عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حیان، **طبقات المحدثین باصبھان والواردین علیھا**(مؤسسۃ الرسالۃ، س ن)، 66/1۔
2. مسلم بن الحجاج ابوالحسن القشیری، **المسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل الی رسول اللہ ﷺ**، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقہ علی العیال والمملوک(بیروت: داراحیاء التراث، 1900ء)، 692:2، رقم: 996۔
3. القرآن 233/2
4. ماہر یاسین الفحل، **المنتخب من صحیح السنۃ**(کلیۃ العلوم الاسلامیۃ، جامعۃ الانبار، س ن)، 19۔
5. ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی ، **سنن ابوداؤد**، کتاب الطلاق، باب الولد للفراش(بیروت: المکتبۃ العصریہ، 1972ء)، 283:2، رقم: 2274۔
6. القرآن 32/17
7. محمد بن اسماعیل البخاری، **الجامع الصحیح البخاری**، کتاب الفرائض، باب من ادعیٰ الی غیر ابیہ(بیروت: دار طوق النجاۃ، 2001ء)، 156:8، رقم: 6766۔
8. مسلم، **صحیح مسلم**، کتاب الرضاع، باب بیان خیر متاع الدنیا المراۃ الصالحۃ، 1090:2، رقم: 1467۔
9. القرآن 21/30
10. امام احمد بن حنبل الشیبانی، **مسند امام احمد**، کتاب باقی العشرۃ المبشرین بالجنۃ، باب مسند عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مؤسسۃ الرسالۃ، 2001ء)، 199:3، رقم: 1661۔
11. بخاری، **صحیح بخاری**، کتاب النکاح، باب الولیمۃ حق، 23:7، رقم: 5165۔
12. القرآن 185/2
13. شیبانی، **مسند امام احمد**، کتاب مسند النساء، باب مسند عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، 9:40، رقم: 24011۔
14. مسلم، **صحیح مسلم**، کتاب الرضاع، باب الوصیۃ بالنساء، 1090:2، رقم: 1468۔
15. القرآن 19/4
16. مسلم، **صحیح مسلم**، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب فضل الرفق، 2004:4، رقم: 2594۔
17. https://kitabosunnat.com/musannifeen/muhammad-arshad-kamal

CC BY